نبی اکرم صلعم کے اخلاق حسنہ

ضیاء الحق

قرآن کریم کے مطابق نبی اپنے زمانے کا سب سے نیک اور سب سے بہادر انسان ھوتا ہے۔ وہ اخلاق کا ایک ایسا صاف و شفاف آئینہ ھوتا ہے جو تمام آلودگیوں اور غلاظتوں سے پاک ھوتا ہے۔

جب اخلاقی انحطاط کا دور دورہ ھو اور جب معاشرتی اور معاشی ظلم اور ناانصافیوں کی وجہ سے انسانی معاشرہ دو بڑے طبقوں رؤساء اور مستضعفون یعنی معاشی لحاظ سے طاقتور اور کمزور طبقوں میں منقسم ھو جاتا ہے تو انبیاء علیہم السلام وعید الہی بن کر مبعوث ھوتے ھیں*۔ لہذا یہ فطری امر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تبلیغ کے زیادہ تر مخاطب یہی کمزور اور بے کس انسان ھوتے ھیں جو بڑے طبقے کے استحصال کا شکار ھوتے ھیں۔ چنانچہ ان کمزور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے میں پیش پیش ھوتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

آیات کا اردو ترجمہ:

" اور ھم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے صاف صاف ڈراتا ھوں۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ھوں۔ سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ ھم تم کو اپنے ھی جیسا آدمی دیکھتے ھیں اور ھم دیکھتے ھیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا

---

* اوپر کے جملوں میں صیغۂ حال کے استعمال کو کسی غلط مفہوم میں نہ لیا جائے ، یہ محض اسلوب بیان ہے ورنہ اسلام کے بنیادی عقیدہ کی رو سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نبوت کا سلسلہ ھمیشہ ھمیشہ کیلئے بند ھو گیا ہے۔

ہے جو ہم میں بالکل رذیل ھیں ۔ (ھم ارا ذلنا بادی الرای) (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے) پھر وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے اور ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ھیں ۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر قائم ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوتی ہے) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو پھر وہ (نبوت یا اسکی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) ۔ کیا ہم اس (دعوی یا دلیل) کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ اور (اتنی بات اور زائد فرمائی) کہ اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ پر) کچھ مال نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ھیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ) کی جہالت کر رہے ہو اور (بے ڈھنگی باتیں کر رہے ہو) اور (بالفرض والتقدیر) اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو یہ (بتلاؤ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچالے گا ۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ھیں اور نہ (میں یہ کہتا ہوں کہ) تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہوں میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالی ہرگز ان کو دولت نہ دے گا ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ بھی ہو اس کو اللہ ھی خوب جانتا ہے۔ میں تو (اگر ایسی بات کہہ دوں تو) اس صورت میں ستم ھی کردوں (۱) ۔

قرآن کی سورۃ الشعراء میں ارشاد فرمایا گیا ۔

" قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم (خدا سے) نہیں ڈرتے ۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو (اس کا مقتضا یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور (نیز) میں تم سے کوئی (دنیوی) صلہ نہیں مانگتا ۔ میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو (میری اس بے غرضی کا مقتضا یہ ہے کہ)تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ھیں (۲) ۔

جب آپ صلعم پر وحی نازل ہوئی تو آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ بعض روایتوں کی رو سے اس وقت آپ کی عمر تینتالیس سال تھی (۳) وحی آنے پر آپ مضطرب ہو گئے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کا حوصلہ بڑھایا اور فرمایا۔

„ خدا کی قسم ، خدا آپ کو کبھی نہیں چھوڑے گا اور خدا کی قسم آپ لوگوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں ، سچ بولتے ہیں ، امانت کو ادا کرتے ہیں ، بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمان کو کھانا کھلاتے ہیں اور سچائی کے راستے پر چلنے میں جو مصائب و مشکلات پیش آتی ہیں ، اس میں آپ مدد کرتے ہیں „ (۴)۔ اور مفلس کو اس کی ضرورت کی اشیاء فراہم کرتے ہیں (۵)۔ قرآن کریم نے آپ کے ان اخلاق کریمہ کو خلق عظیم سے موسوم کیا ہے (٦)۔

وانک لعلی خلق عظیم

(اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلی پیمانہ پر ہیں)

بعثت سے پہلے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے بلند درجے پر فائز تھے۔ آپ جوانی میں ہی صادق اور امین کے القاب سے مشہور ہو چکے تھے۔ سیرت النبی (ابن ھشام) میں آیا ہے ، „ آنحضرت صلعم جوان ہوئے تو اللہ تعالی نے آپ جاھلیت کی تمام غلاظتوں سے بچائے رکھا۔ اور آپ مروت میں اپنے قبیلے کے افضل ترین انسان تھے۔ آپ کا اخلاق سب سے بہتر تھا۔ حسب ونسب میں سب سے کریم تھے ، پناہ دینے میں ، حلم میں ، سچ کہنے میں اور امانت ادا کرنے میں سب سے آگے تھے „ (۷)۔

جب نبی اکرمؐ مبعوث ہوئے تو اس وقت مکہ ایک بڑا تجارتی مرکز بن چکا تھا اور شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کی طرف جانے والے تجارتی راستوں پر واقع ہونے کی وجہ سے اسے خاصی اھمیت حاصل ہو چکی تھی۔ تجارت کے ساتھ ساتھ وھاں ایک ایسا معاشی نظام بھی وجود میں آچکا تھا جس میں رئیس تاجر نچلے طبقے کے لوگوں کا استحصال کرتے تھے۔ سودی کاروبار جسے قرآن نے „ ربا „ کا نام دیا ہے عام تھا (۸)۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ (یا ایھاالذین آمنو اتقواللہ و ذروا ما بقی من الربا)۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ ربا کی صورت میں باقی ہے اسے چھوڑ دو) کے متعلق الواحدی کی کتاب اسباب النزول میں رقم ہے کہ ،

„ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ثقیف کے بنوعمرو بنوعمیر بن عوف

اور بنو مخزوم کے بنو المغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ۔ بنو المغیرہ ، ثقیف کے لوگوں سے ربا یعنی سود پر رقمیں اور مال حاصل کیا کرتے تھے اور جب نبی اکرم نے مکہ فتح کرلیا اور تمام ربا باطل قرار دیا تو بنو عمرو بن عمیر اور بنو المغیرہ آپس میں جھگڑنے لگے اور اپنا مقدمہ عامل مکہ حضرت عتاب بن اسید کے پاس لائے ۔ بنو المغیرہ نے شکایت کی کہ بنو عمرو ربا کے معاملے میں سخت دل ہیں ۔ بنو عمرو بن عمیر نے اپنی صفائی پیش کی کہ ہم نے مصالحت کر لی ہے کہ جو ربا ہم نے کمایا ہے وہ ہمارا ہے ۔ حضرت عتاب نے اس معاملے کے بارے میں نبی اکرم کو لکھا ، اس پر حرمت ربا کی آیات نازل ہوئیں ۔ سود خوروں کو یہ وعید سنائی گئی کہ اگر وہ سود خوری سے باز نہیں آتے تو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کیلئے تیار رہیں ،، (۹) ۔

اسی سلسلے میں ایک دوسری روایت اس طرح ہے :

حضرت عطا اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبدالمطلب اور حضرت عثمان ابن عفان کے متعلق نازل ہوئی ، ان دونوں حضرات نے کسی غریب کسان کو کجھوریں قرض پر دی ہوئی تھیں ۔ جب کجھوروں کی فصل کٹنے کا وقت آیا تو غریب کسان ان دونوں کے پاس پہنچا اور کہا کہ اگر میں آپ دونوں کا قرض ادا کر دوں تو میرے بچوں کے لیے کھانے کو کچھ نہیں بچے گا ، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ آدھا قرض واپس لے لیں اور باقی آدھے کو میں دگنا کرکے ادا کر دوں گا ۔ وہ دونوں اس پر راضی ہو گئے ، جب قرض چکانے کا وقت آیا تو ان دونوں نے اپنا زیادہ حصہ مانگا یعنی اصل بھی اور دوگنا سود بھی ۔ اس معاملے کی اطلاع جب نبی اکرم صلعم کو ملی تو انہوں نے منع فرمایا ، اس پر دونوں نے آیت مبارکہ کے مطابق عمل کیا اور صرف وہ کجھوریں واپس لیں جو کہ قرض پر دی تھیں (باقی سارا سود چھوڑ دیا) (۱۰) ۔ ایک تیسری روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت عباس اور حضرت خالد بن الولید کے بارے میں نازل ہوئی، یہ دونوں جاهلیت میں سودی کاروبار کیا کرتے تھے اور اس طرح بہت سا مال و دولت پید کر لیا تھا ۔ اسلام آنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

,, خبردار ۔ جاهلیت کا تمام ربا ختم کر دیا گیا ہے اور سب سے پہلے جو ربا میں ختم کرتا ہوں ، وہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کا ربا ہے ،، (۱۱) ۔

ربا کی طرح مزارعت بھی استحصالی کاروبار تھا ، جس میں غریب

کاشتکار زمین کو اس کی پیداوار کے عوض مال دار زمینداروں سے کرائے پر لیا کرتے تھے مزارعت کی کئی اقسام تھیں جن میں محاقلة اور مخابرة کا ذکر صحاح ستة میں کثرت سے آیا ہے۔ محاقلہ اور مخابرہ کی بھی بے شمار صورتیں تھیں بعض اوقات زمین کا مالک مزارعین کو برائے کاشت زمین دیتے ہوئے یہ شرط لگا دیتا تھا کہ زمین کے زرخیز حصے پر جو فصل ہوگی وہ تو زمین کے مالک کی ہوگی لیکن جو فصل کم زرخیز حصے پر ہوگی وہ مزارعین کی ہوگی ۔ اور جب فصل تیار ہوتی تو بنجر علاقے پر کچھ نہ ہوتا اور مزارعین کی تمام تر محنت کا صلہ زمین کا مالک لے جاتا ۔ محاقلے کی دوسری شکل یہ ہوتی کہ مزارعین کاشت سے پہلے زمین کا کرایہ اجناس کی صورت میں (شکل میں) ادا کر دیتے ، اس کے بعد فصل ہو یا نہ ہو یہ مزارعین کے مقدر کی بات تھی ۔ لیکن مزارعت کی جو عام شکل رائج تھی وہ یہ تھی کہ مزارعین اور مالک زمین کاشت سے پہلے یہ شرط لگاتے کہ محنت اور کاشت کے اوزار تو مزارعین مہیا کریں گے اور زمین مالک مہیا کرے گا اور اس طرح جو فصل ہوگی اسے برابر برابر یا کسی اور طریقے سے آپس میں تقسیم کر لیں گے (۱۲) ۔

نبی اکرم ﷺ نے ان تمام اقسام کو استحصالی قرار دے کر ممنوع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کسی کے پاس فالتو زمین ہو یا تو وہ خود کاشت کرے یا پھر اپنے کسی بھائی کو مفت دے دے یا اسے روک لے ۔ کرائے پر نہ دے* (۱۳)

مال دار ساہوکاروں نے سودی کاروبار کے ذریعے اور زمین کے مالکوں نے مزارعة اور محاقلة جیسے کاشت کے طریقوں کے ذریعے عوام الناس کو اپنے استحصالی پنجوں میں جکڑا ہوا تھا (۱۴)) ۔ چونکہ اکیلے فرد کی بقا اور زندگی محال تھی اس لیے وہ مختلف قبائل کے ساتھ مل کر زندگی کی جدوجہد میں شریک تھا ۔ بڑا اور طاقت ور قبیلہ کمزور قبیلوں کو تہس نہس کر دیتا تھا جیسے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ جو شخص قبیلے کا فطری فرد نہ ہوتا یعنی خونی رشتے میں منسلک نہ ہوتا تو وہ کسی طاقت ور قبیلے کا حلیف یعنی مولی بن جاتا اور اس قبیلے کی پناہ میں آ جاتا تھا ۔ ایسے بہت سے

---

* مزارعت ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے ، فقہاء احناف میں بھی اس سے متعلق دو رائے پائی جاتی ہیں ۔ امام ابوحنیفہ اس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں اور صاحبین جواز کا فتوی دیتے ہیں ۔ حنبلی فقہاء صاحبین کا مؤقف رکھتے ہیں اور شوافع مزارعت کی تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیتے (ادارہ)

لوگ جو محنت کش ہوتے یعنی لوہار ، معمار ، ترکھان یا کاشتکار ، وہ مکے جیسے تجارتی شہر میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے ـ قبائل کے سردار اور امیر لوگ ان محنت کش افراد کو رذیل اور ادنی سمجھتے تھے ـ نبی اکرمؐ چونکہ خدا ترس اور رحم دل تھے وہ نبوت سے پہلے بھی مکے کے ایسے ھی غریب اور مظلوم انسانوں کے پاس بیٹھتے تھے اور انہیں نیک کاموں کی ترغیب دیتے تھے ـ جب آپ صلعم پر وحی نازل ھوئی تو یہ محنت کش افراد سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں پیش پیش تھے ـ

" حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قریش نے النضر بن الحارث بن العلقمہ اور عقبہ بن ابی معیط وغیرھم کو یثرب کے یہودیوں کے پاس بھیجا ، انہوں نے یہود یثرب کو بتایا کہ مکے میں عجیب و غریب امر واقع ھوا ہے ـ قریش کا ایک معمولی سا یتیم نوجوان بڑی بات کہتا ہے ـ وہ دعوی کرتا ہے کہ وہ خدا کا بھیجا ھوا نبی ہے ـ یہود یثرب نے پوچھا کہ اس کے بارے میں کچھ اور بتاؤ اور یہ بتاؤ کہ اس کے پیروکار کون لوگ ھیں ، ـ انہوں نے جوابدیا کہ ھمارے ھاں کے نچلے (سفلتنا) طبقے کے لوگ اس کی پیروی کر رہے ھیں (۱۵) ـ

قرآن پاک کی مکی سورۃ الانعام (۱٦) میں اسی محنت کش طبقے کی طرف اشارہ ہے جو سب سے پہلے ایمان لایا اور جس سے رؤساء قریش سخت نفرت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسلام میں ایسے کم تر لوگوں کے لیے جگہ ہے تو ھم کیوں مسلمان ھوں ـ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ اگر آپ یہ خواھش رکھتے ھیں کہ ھم حلقہ بگوش اسلام ھوں تو ان ادنی درجہ کے لوگوں کو اپنے سے دور کیجیئے ـ اس پر مندرجہ ذیل سورۃ نازل ھوئی اور اللہ تعالی نے فرمایا :ـ

" اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ھیں جس سے خاص اس کی رضامندی کا قصد رکھتے ھیں ، ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں ، کہ آپ انکو نکال دیں ـ ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں ھو جائیں گے اور اسی طور پر ھم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں ، کیا یہ لوگ ھیں کہ ھم سب میں سے اللہ تعالی نے ان پر زیادہ فضل کیا ہے ـ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالی حق شناسوں کو خوب جانتا ہے " ـ

الواحدی نے اسباب النزول میں اس کی تفصیل دی ہے ، اس سے ھمارا نقطۂ نظر اور واضح ھو جاتا ہے ـ

„حضرت سعد سے روایت ہے کہ یہ آیات (٦ : ٥٢ ـ ٥٣) ہم چھ افراد یعنی میں خود ، عبداللہ بن مسعود ، صہیب ، عمار ابن یاسر ، المقداد اور بلال کے بارے میں نازل ہوئیں ـ اهل قریش رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ چونکہ یہ ادنی درجے کے لوگ آپ کے پیروکار ہیں اس لئے ہم مسلمان نہیں ہوں گے ، آپ ان کو اسلام سے خارج کر دیں تو ہم آپ کا کہنا مان لیں گے ـ اس پر نبی اکرم بے چین ہو گئے تو یہ آیات نازل ہوئیں " (۱۷) ـ

ایک دوسری روایت میں ہے کہ " حضرت خباب بن الأرت فرماتے ہیں کہ یہ آیات ہمارے بارے میں نازل ہوئیں ـ ہم کمزور لوگ (ضعفاء) تھے جو نبی اکرم کے پاس صبح و شام بیٹھتے تھے ، ہمیں آپ قرآن پاک کی تعلیم دیا کرتے تھے اور اچھی باتیں سناتے تھے ہمیں جنت اور دوزخ کا ذکر کرکے ڈرایا کرتے تھے اور وہ باتیں بتاتے جو ہمیں فائدہ پہنچاتیں ـ موت کے متعلق اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کے متعلق باتیں بتایا کرتے تھے ـ ایک بار الاقرع بن حابس التمیمی اور عیینة بن حصن الفزاری ہماری طرف آئے (رسول پاک ہمارے پاس بیٹھے تھے) وہ کہنے لگے کہ ہم اپنی قوم کے سردار ہیں اور ہمیں یہ پسند نہیں کہ ایسے حقیر لوگ آپ کے پاس بیٹھیں ، اگر ہمیں اپنے پاس بٹھانا چاهتے ہو تو ان حقیر لوگوں کو نکال دو ـ آپ نے ہاں کہہ دی لیکن سرداران قریش راضی نہ ہوئے اور کہا کہ ہم دوات اور پارچہ لاتے ہیں تاکہ تحریر میں یہ بات لائی جائے ـ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں " (۱۸) ـ

اس سلسلے میں ایک اور روایت مندرجہ ذیل ہے ـ

„ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک بار قریش کے امیر اور رئیس افراد رسول اللہ صلعم کے پاس آئے ، اس وقت آپ کے پاس خباب بن الأرت ، صہیبؓ ، بلالؓ اور عمارؓ تشریف فرما تھے ـ قریش رؤسا نے کہا کہ اے محمد (صلعم کیا آپ نے واقعی ان حقیر لوگوں کو اپنا بنا لیا ہے ، کیا آپ چاهتے ہیں کہ (اسلام قبول کرکے) ہم ان کے ماتحت ہو جائیں ، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں " (۱۹) ـ

انہی اسناد کے ساتھ ایک اور روایت اس طرح ہے ـ

„ چند حضرات رسول پاک ﷺ کی مجلس میں جایا کرتے تھے ، ان میں حضرت بلال ، صہیب ، اور سلمان بھی تھے ، قریش کے رئیس اور سردار بھی آپ کے پاس آتے اور بیٹھ جاتے ـ ایک طرف یہ کمزور لوگ بیٹھتے اور دوسری طرف یہ رئیس بیٹھتے ، انہوں نے رسول اکرمؐ سے اس بات کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم

لوگ آپ کی قوم کے رئیس اور سردار ھیں ، آپ کو ھماری طرف توجه کرنی چاھئیے ، نه که ان کمزور افراد کی طرف ـ اس پر یه آیات نازل ھوئیں » (۲۰) ـ

حضرت عکرمه کی روایت ہے که ایک بار عتبه ابن ربیعه ، مطعم ابن عدی ، اور الحرث ابن نوفل ، جوکه بنو عبد مناف کے رئیس اور سردار تھے نبی اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کھنے لگے ، « اپنے بھائی کے بیٹے سے کھو که ھمارے ملازم (موالینا) غلام (عبیدنا) اور مزدور (عسفاء نا) نکال دے » ابو طالب نے یه بات نبی اکرمؐ سے کھی ، اس پر یه آیات نازل ھوئیں (۲۱) ـ

جن دنوں نبی اکرم اور کفار قریش کے درمیان (ھجرت کے بعد) جنگ بند تھی ، ابو سفیان بن حرب قریش کا تجارتی قافله لے کر شام پھنچتے ھیں وھاں ایلیاء کے مقام پر ان کی ملاقات بزنطینی حکمران ھرقل (Heraclius) سے ھوتی ہے ، ھرقل کے استفسار پر که نبی اکرم کون ھیں ، ان کے پیرو کون ھیں ؟ ابوسفیان اس طرح جواب دیتے ھیں ـ

«اس نبی کے پیروکار یا تو کمزور لوگ ھیں (ضعفاء) یا پھر مفلس اور نوجوان (۲۱ الف) ھیں یا پھر عورتیں ھیں ـ جھاں تک قوم کے رئیسوں اور سرداروں کا سوال ہے سو ان میں سے ایک بھی مسلمان نھیں ھوا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے کم نھیں ھوتی ، اس نبی کا حسب و نسب اوسط درجے کا ہے » (یعنی نه وه امیر ہے نه ھی غریب) (۲۲) ـ

حضرت عمار ابن یاسر کھا کرتے تھے که میں جب کبھی حضور اکرم صلعم سے ملنے جاتا ، ان کے پاس پانچ غلام ھوتے یا دو عورتیں ھوتیں اور حضرت ابوبکر بھی موجود ھوتے (۲۳) ـ

ان روایات سے یه بات واضح ھو جاتی ہے که سب سے پھلے مسلمان ھونے والے افراد کی اکثریت کا تعلق نچلے طبقوں کے مظلوم لوگوں سے تھا ، یا تو یه غلام تھے یا پھر محنت کش اور لوھار اور معمار وغیرہ ـ عورتیں بھی مظلوم تھیں کیونکه نه تو ان کو وراثت میں حصه ملتا تھا اور نه ھی ان کی معاشرے میں کوئی توقیر و عزت تھی ـ نوجوان لوگ کسی مقصد یا (IDEAL) کی تلاش میں تھے تاکه معاشرے کو غلاظتوں اور برائیوں سے بچا سکیں ـ قرآن پاک نے ان کمزور طبقوں کو المستضعفون کا نام دیا ہے ـ

حضرت خباب بن الأرت اسلام سے قبل لوھار کا کام کرتے تھے (۲۴) حضرت صھیب بن سنان رومی غلام تھے ، اسلام قبول کرنے کی وجه سے انھیں بھت

ایذائیں دی گئیں (۲۵) حضرت عامر بن فهیره غلام تھے جنھیں حضرت ابوبکر نے خرید کر رھا کر دیا تھا ، ان کو بھی مکہ میں کفار نے ایذائیں دیں (۲٦) ۔

حضرت بلال بن رباح حبشی نژاد تھے ، مکے کے جمح قبیلے میں غلام پیدا ھوئے ، بعض روایات کے مطابق مردوں میں حضرت ابوبکر کے بعد اسلام لائے ۔ چونکہ غلام تھے اس لئے مکے میں ان پر بہت زیادہ مظالم توڑے گئے ، حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر رھا کر دیا (۲۷) ۔

حضرت عمار بن یاسر کے والد یاسر یمن سے مکہ آئے اور ابو حذیفه بن المغیرہ کے حلیف یعنی مولی بن گئے ۔ یاسر اور انکی بیوی حضرت سمیة اور حضرت عمار مکے میں مسلمان ھو گئے تھے ۔ حضرت صهیب اور حضرت عمار اکٹھے ھی مسلمان ھوئے ۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمار اور حضرت صهیب چونتیسویں یا پینتیسویں نمبر پر پہلے مسلمان ھونے والے تھے ، آل یاسر پر کفار نے بہت مظالم ڈھائے ۔ حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیه کا انتقال اسی اذیت میں ھوا (۲۸) ۔

ان کمزور افراد کو قرآن پا نے المستضعفون کا خطاب دیا ہے ۔ یہ جامع اصطلاح ہے ، جس سے مراد نچلے طبقوں کے غریب مفلس اور مظلوم لوگ ھیں جن پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں ارشاد ھوتا ہے ۔

" اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ھیں اور کچھ عورتیں ھیں اور کچھ بچے ھیں جو دعا کر رھے ھیں کہ اے ھمارے پروردگار ھم کو اس بستی سے باھر نکال جس کے رھنے والے سخت ظالم ھیں اور ھمارے لئے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجئیے اور ھمارے لئے غیب سے کسی حامی کو بھیجئیے (۲۹) ۔

اگرچہ مندرجہ بالا آیت مدنی ہے لیکن اس کا نبی اکرمؐ کے اخلاق حسنہ سے گہرا تعلق ہے ، نبی اکرم ﷺ بعثت سے پہلے بھی مکمل انسان تھے جن کے اخلاق کریمہ کی بدولت جزیرہ نمائے عرب کے مقہور و مظلوم انسانوں کو نجات ملی ۔ کمزور انسان اسلام لانے کے بعد اخلاق جلیلہ کے بلند مقام پر فائز ھوئے ۔ اور ایک مثالی معاشرے کی بنیاد انسانی مساوات ، آزادی اور اخوت کے سنہرے اصولوں پر رکھی کمزور ، غریب اور مفلس لوگوں کو ظلم اور جبر سے رھائی دلانا نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے ۔

معاشرے کے جو اعلی اور امیر طبقے ظلم اور جبر ، جھوٹ اور فریب سے

کمزور اور غریب لوگوں کا جینا دوبھر کر دیتے ھیں انھیں قرآن پاک نے المستکبروں کا نام دیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب خدا تعالی نے ثمود کی طرف انھیں میں سے ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تاکہ ان کو برے کاموں سے بچائے اور آنے والے عذاب الٰہی سے ڈرائے تو

» ان کی قوم میں جو متکبر سردار (الملأ الذین استکبروا) تھے انھوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ھیں ۔ انھوں نے کہا کہ بے شک ھم تو اس پر پورا یقین رکھتے ھیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ھم تو اس کے منکر ھیں ۔ غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح علیہ السلام جس کی آپ ھم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ھیں ۔ پس آپکڑا ان کو زلزلے نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے ۔ اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیرخواھی کی لیکن تم لوگ خیرخواھوں کو پسند ھی نہیں کرتے تھے « ۔

(قرآن پاک : سورۃ الاعراف آیات ۷۵ تا ۷۹)

حوالہ جات

بعثت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کو سمجھنے کے لئے جو مآخذ بنیادی ھیں ان میں قرآن پاک سر فہرست ہے۔ خصوصاً قرآن کی ابتدائی مکی آیات جن میں نبی اکرم (اور دیگر انبیاء علیھم الصلوات) کی حیات طیبہ کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد قرآن کی تفاسیر اور صحاح ستہ میں رسول پاک کی سیرت کے چیدہ چیدہ پہلوؤں کا ذکر ہے ، سیرت النبی (ابن ھشام) اور تاریخ کی کتابوں میں بھی سیرت پاک کے بیشتر پہلوؤں پر تفصیلی مواد ملتا ہے ، اس ضمن میں پانچویں صدی ھجری کے مشہور مفسر ابو الحسن علی ابن احمد الواحدی النیشاپوری (المتوفی ۴۶۸ ھجری) کی کتاب اسباب النزول اور ھبۃ اللہ ابن سلامۃ ابی النصر (المتوفی ۴۱۰ ھجری) کی کتاب الناسخ والمنسوخ بھی نہایت اھم مصادر ھیں ۔ علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ ھجری) کی کتاب اسباب النزول سے بھی خاطر

خواہ استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کتاب کا موضوع ہماری بحث سے قدرے مختلف ہے ، کتب الرجال سے بھی محنت شاقہ کے بعد مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اس مضمون میں آیات کریمہ کا ترجمہ مولانا اشرف عــلی تھانوی کے ترجمہ قرآن سے لیا گیا ہے ۔ لیکن اس آیت میں مولانا اشرف عــلی تھانوی صاحب نے خیر کا ترجمہ ثواب کیا ہے جو صحیح معــلوم نہیں ہوتا ، خیر کے معنی یہاں مال و دولت کے ہیں ورنہ یہ قرآنی آیت سمجھ میں نہیں آتی ۔ ملاحظ ہو : قرآن مجید سورة ہود ، آیات نمبر ۲۵ تا ۳۱ ۔

(۲) قرآن مجید ، سورة الشعراء ۱۰۵ تا ۱۱۱

(۳) طبری ، تاریخ ۔ جز ۳ ص ۳۹ ۱۱ ۔ ۳۱ ۱۱

(۴) ایضاً ، جز ۳ ۔ ص ۱۱۴۷

(۵) البخاری ، الصحیح ، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلعم۔ابن سعد ، الطبقات الکبری ، جزء اول ۔ ص ۱۹۴ ، ۱۹۵ .

(٦) قرآن ، سورة القلم ، آیت نمبر ۴۔طبری ، تاریخ ، جز ۳ ۔ ص ۱۱۴۸

(۷) ابن ہشام ۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، المکتبہ التجاریة ، قاہرہ ۔ جزء اول ص ۱۹۷ ۔

(۸) قرآن ؛ سورة بقرہ ، آیات ۲۷۵ ۔ ۲۸۰

(۹) الواحدی ، اسباب النزول ، قاہرہ ۔ مطبعة ہندیہ ۱۳۱۵ ہجری ، ص ٦۴ ۔ ٦۵

(۱۰) الواحدی ، اسباب النزول ، ص ٦۵

(۱۱) ایضاً ۔

(۱۲) البخاری ، الصحیح ۔ کتاب البیوع ، کتاب المزارعہ۔مسلم ، الصحیح ۔ باب کراء الارض ، باب النهی عن المحاقلة۔ابن ماجہ ، السنن ۔ کتاب الرہون

(۱۳) البخاری ، الصحیح ۔ کتاب البیوع
مسلم ، الصحیح ۔ کتاب البیوع

(۱۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :
Landlord and Peasant in Early Islam
(Islamabad : Islamic Research Institute , 1977)

(۱۵) ابن سعد ، الطبقات الکبری ۔ جز ۱ ، ص ۱٦۵

(۱٦) قرآن ، سورت الانعام ۔ آیات ۵۲ ۔ ۵۳

(۱۷) الواحدی ، اسباب النزول ۔ ص ۱٦۲

(۱۸) ایضاً ۔ ۔ ص ۱٦۲

(۱۹) ایضاً ۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام ، سیرت النبی ۔ المکتبہ التجاریہ قاہرہ ، جز ۱ ص ۳۲۰۔طبری ، تفسیر : جز ۱۱ ، ص ۳ ۳۷ ۔ ۳۷۵

(۲۰) الواحدی ، اسباب النزول ، ص ۱٦۳

(۲۱) الواحدی ، اسباب النزول ، ص ۱٦۳
(۲۱ الف)
عسیف (جمع عسفاء) ایسا مزدور ہے جس سے اجرت پر کام لیا جائے ، یا ایسا غلام جسے بہت حقیر گردانا جائے یا عام ملازم جو کام کے لئے رکھا جاتا ہے ۔

امام احمد ابن حنبل (المتوفی ۲۴۱ ھجری) نے اپنی المُسند میں حضرت جعفر ابن ابی طالب کی اس تقریر کا متن دیا ہے جو انہوں نے حبشہ کے بادشاہ النجاشی کے دربار میں کی تھی یہ تقریر بہت اہم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسلمانوں میں نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد تھی ۔

" حضرت ام سلمہ ام المومنین سے روایت ہے کہ جب مسلمانوں نے حبشہ میں پناہ لے لی تو قریش نے سازش کر کے دو مضبوط آدمیوں یعنی عبداللہ بن ابی ربیعہ بن المغیرہ المخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل السھمی کو تحائف دیکر حبشہ کے امراء اور بادشاہ کے پاس بھیجا تاکہ انکو رشوت دے کر مسلمان پناہ گزینوں کو واپس لے آئیں انہوں نے نجاشی سے درخواست کی کہ جو بیوقوف نوجوان (غلمان سفھاء) ہمارے ہاں سے حبشہ آ گئے ہیں انہیں ان کے حوالے کر دیا جائے اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس کو اختیار کر کے تم نے اپنی ہی لوگوں کو چھوڑ دیا ہے اور نہ تو تم میرے ہی دین میں داخل ہوئے ہو اور نہ ہی کسی اور قوم کے دین میں ۔ اس پر حضرت جعفر نے جواب دیا اے بادشاہ ہم لوگ جاھلیت میں تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے مردہ جانوروں کو کھا جاتے تھے برے کام کرتے تھے رشتے داروں سے برا سلوک کرتے تھے پڑوسیوں پر ظلم کرتے تھے ہم میں سے جو طاقت ور ہوتا کمزور کو کھا جاتا تاھم اِسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالی نے ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو ہم پہچانتے تھے اور جن کی سچائی امانت کی ادائیگی اور پاکیزگی کو ہم جانتے تھے انہوں نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا تاکہ اسکی توحید پر ایمان لائیں اور ان پتھرون اور صنموں کو چھوڑ دیں جن کی ہم پوجا کرتے تھے ۔ آپ نے ہمیں سچ بولنے کی تلقین کی امانت ادا کرنے کا حکم دیا لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی پڑوسیوں سے حسن سلوک کیلئے کہا انہوں نے خون خرابے اور برے کاموں سے منع فرمایا ۔ اور کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں دھوکہ نہ دیں یتیم کا مال نہ کھائیں پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت نہ لگائیں ۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں نماز پڑھیں زکاۃ دیں اور روزے رکھیں انہوں نے اسی طرح ہمیں اسلام کی اور کئی باتیں بتائیں جن کو ہم نے سچا جانا اور ان پر ایمان لے آئے ۔ ان پر جو وحی آئی اس پر ہم نے عمل کیا ہم نے ایک اللہ کی عبادت کی اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا ہم نے ہر وہ

چیز چھوڑ دی جس کو اللہ نے حرام قرار دیا اور وہ چیز لے لی جسے حلال بتایا اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ایذائیں دی گئیں اور ہمارے دین سے ورغلایا گیا تاکہ ہم دوبارہ اللہ کی بجائے بتوں کی پوجا کی طرف واپس لوٹ آئیں۔ اور ان برائیوں کو دوبارہ کریں جن میں ہم پھنسے ہوئے تھے ... "

(ملاحظہ ہو مسند احمد ابن حنبل ۔ شرح احمد محمد شاکر ۔ دارالمعارف بمصر ۱۳٦۹ / ۱۹۵۰ ء جز ۳ ص ۱۸۰ ۔ ۱۸۱) ۔

(۲۲) طبری : تاریخ ، جز ۱ ، ص ۱۵٦۳ ۔ ۱۵٦۴ ، بخاری : الصحیح : کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۳) البخاری ، الصحیح ۔ باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۲۴) البخاری ، باب ذکر القین والحداد ۔ ابن سعد ، الطبقات الکبری جز ۳ ، ص ۱٦۴ ۔ ۱٦۷

(۲۵) ابن حجر ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، قاهرہ ، المکتبۃ التجاریہ الکبری ۱۳۵۸ / ۱۹۳۹ ، جز ۲ ، ص ۲۸۸ ۔ (۳) ابن سعد ۔ طبقات ، جز ۳ ، ص ۲۲۰ ۔ ۲۳۱

(۲٦) ابن سعد : الطبقات الکبری ، جز ۳ ص ۲۳۰ ۔ ۲۳۱

(۲۷) ۔ ابن سعد ، الطبقات الکبری ، جز ۳ ص ۲۳۳ ۔ ۲۳۹ ، ابن حجر ، الاصابہ جز ۱ ص ۱٦۹

(۲۸) ابن سعد ، الطبقات الکبری جز ۳ ، ص ۲۴۸ ۔ ۲۵۵
ابن الاثیر ، اسد الغابہ جز ۴ ، ص ۴۳ ۔ ۴۷

(۲۹) قرآن ، سورۃ النساء ، ۷۵

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ، مردوں میں حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو بکر صدیق اور نوجوانوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے ایمان لائے ۔ طبری ، تاریخ : جز ۳ ، ص ۱۱٦۷ ۔ ۱۱٦۸ ، ابن سعد ، الطبقات الکبری ، جز ۳ ص ۱۷۱ ۔ ۱۷۲ جس روز حضرت ابو بکر صدیق ایمان لائے آپ کے پاس چالیس ہزار درهم تھے اور آپ تجارت کیا کرتے تھے ، اس سرمائے سے آپ غلاموں کو رہا کرا کے آزاد کر دیتے تھے ۔ اس طرح مسلمانوں کو قوی بناتے تھے جب آپ مدینہ آئے تو آپ کے پاس صرف پانچ ہزار درهم بچے تھے ان سے بھی وهی کام لیا جو مکے میں لیا کرتے تھے یعنی غلام مسلمانوں کو رهائی دلا کر آزاد کرتے تھے ۔
ابن سعد ، الطبقات الکبری ، جز ۳ ۔ ص ۱۷۲